پروفیسر علی محسن صدیقی

جامعہ ازہر

جامعہ ازہر دنیا کی ان چند درس گاہوں میں سرِفہرست ہے جو اپنی قدامت اور شہرت کے لیے ممتاز ہیں۔ اس کی تاریخ ایک ہزار سال سے زیادہ پرانی ہے، اس مختصر گفتگو میں اس کے متعلق صرف چند باتیں ہی کہی جاسکتی ہیں۔

مشہور فاطمی حکمراں معز کے عہدِ حکومت میں اس کے سپہ سالار جوہر صقلی نے ۳۵۸ھ بمطابق ۹۶۹ء میں مصر فتح کیا۔ فُسطاط کے قدیم شہر کے مضافات میں جبلِ مُقَطَّم کے دامن میں ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی اور اپنے آقا کے نام پر اس کا نام قاہرہ معزیہ رکھا۔ قصرِ شاہی کے جنوبی گوشے میں ایک عالی شان مسجد کی بنیاد رکھی۔ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ بمطابق ۴ اپریل ۹۷۰ء کو اس کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا، اور ۷ رمضان ۳۶۱ھ (۲۲ جون ۹۷۲ء) کو اس کی افتتاحی تقریب عمل میں آئی۔ مُعز کے جانشین عزیز کے عہد میں مسجد کے پہلو میں اساتذہ کی رہائش کے لیے ایک بڑی عمارت تعمیر کی گئی۔ عزیز کے بعد اس کے بیٹے حاکم کے عہدِ حکومت میں ۴۰۰ھ میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ایک نئی عمارت کا اضافہ کیا گیا اور مصارف کے لیے اوقاف قائم کیے گئے۔ مستنصر کے زمانے میں عمارتوں میں مزید توسیع ہوئی۔ وہ آخری فاطمی بادشاہ جس کے دور میں جامعہ ازہر کی عمارتوں میں اضافے ہوئے، حافظ (۵۲۴-۴۴ھ / ۱۱۳۰-۴۹ء) تھا۔

جب بنو فاطمہ کی بساطِ سیاست الٹی اور آلِ ایوب حکمران ہوئے تو عملاً الازہر کی درس گاہ بند کردی گئی۔ مملوک سلاطین کے عہدِ حکومت میں اس درس گاہ کو پھر اگلی سی رونق حاصل ہوئی اور اس کی عمارتوں میں توسیع کی گئی۔ سلطان بَیبَرس نے اس کی توسیع کی اور مسجد کو دوبارہ سُنّیوں کے لیے کھول دیا اور کسی قدر وقف بھی کیا۔ پھر امیر سلار، امیر قلاؤون اور بل یک خازندار نے اپنے اپنے عہد میں پرانی عمارتوں کی مرمت، نئی عمارتوں کی تعمیر اور نئے اوقاف قائم کیے۔

ممالیک کے جانشین سلاطین عثمانیہ ہوئے۔ آلِ عثمان نے بھی جامعہ ازہر کی ضروریات کو مدِنظر رکھا۔ چنانچہ عثمانی گورنر حسن پاشا، قاصد اوغلو اور عبدالرحمٰن کتخدا نے عمارات میں اضافے کیے اور بڑھتے ہوئے

مصارف کے لیے نئے اوقاف قائم کیے۔

۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں محمد علی پاشا مصر کا عثمانی گورنر ہوا۔ اس کے عہد میں مصر سلطنتِ عثمانیہ سے الگ ہو کر ایک نیم خود مختار حکومت قرار پایا۔ محمد علی اور اس کے جانشینوں کا دورِ حکومت مصر کی ترقی اور خوشحالی کا عہد ہے۔ چنانچہ الازہر میں بھی نمایاں تبدیلیاں ہوئیں۔ محمد علی نے الازہر میں نئے رواق (ہاسٹل) قائم کیے۔ ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۹ء میں خدیو توفیق پاشا نے اور ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۲ء میں خدیو عباسی حلمی پاشا نے نئی نئی عمارتوں سے جامعہ ازہر کی پہنائیوں میں وسعت پیدا کی۔ اسی زمانے میں یہاں ایک بڑا کتب خانہ بھی قائم کیا گیا۔ ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۵ء میں طلبہ کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ ازہر کے گردونواح کی مساجد کو درس گاہ کی ملحقہ عمارتوں کے بطور استعمال کیا جانے لگا۔ دوسری جنگِ عظیم سے پہلے حکومتِ مصر نے الازہر کی وسعت کے پیشِ نظر ایک نئے شہر جامعہ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ قاہرہ کے مضافات میں دراسہ اور عباسیہ کے درمیان ایک وسیع و عریض قطعۂ زمین میں تعمیرات کا آغاز ہوا۔ ان تمام عمارتوں کا نام "مدینۃ الازہر" رکھا گیا۔ اس میں جامعہ ازہر کا مرکزی ادارہ، ماتحت درس گاہیں، اقامت گاہیں اور کتب خانے شامل ہیں۔ نئے شہر کی یہ تمام عمارتیں قدیم عمارات سے ملا دی گئی ہیں۔ اس طور سے ہزار سال کے طویل زمانے میں ازہر، جس کا آغاز ایک مسجد سے ہوا تھا عہدِ حاضر کی ایک وسیع و عریض درس گاہ بن گیا۔ اس جامعہ کی بنیاد اس لیے رکھی گئی تھی کہ مذہب اسمٰعیلی کے مبلغ اور داعی تیار کیے جائیں، جو نو مفتوحہ ملک میں نئے مذہب کی ترویج و اشاعت کا کام انجام دیں، اس لیے ازہر کا ابتدائی نصابِ تعلیم اسماعیلی حدیث و فقہ تک محدود تھا۔ ۳۷۲ھ میں عزیز کا وزیر یعقوب بن کلیس، جو بڑا علم دوست اور معارف پرور تھا، ازہر کے نصابِ تعلیم میں اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اسماعیلی مذہب کی درسیات کے علاوہ عربی ادب، فلسفہ، منطق اور علوم نظری و عملی کی تعلیم کا اجرا کیا۔ پینتیس ۳۵ معلمین کی ایک جماعت مقرر کی جن کا صدر معلم قاضی الخندق ابو یعقوب تھا۔ حاکم کے زمانے میں مشہور مسلمان سائنس دان و ماہر بصریات ابن الہیثم نے بھی اس جامعہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے۔ المستنصر باللہ کے عہد میں اسماعیلی مذہب کے علاوہ مذاہب جعفریؒ، مالکی اور شافعی کی تعلیم کے بھی انتظامات کیے گئے۔ اس زمانے میں مشہور ایرانی فلسفی حکیم ناصر خسرو اور ممتاز اسماعیلی عالم و داعی ابو اید شیرازی نے بھی یہاں تدریس کی خدمات انجام دیں۔

مملوکوں کے دور میں جامعہ ازہر کو از سرِ نو درس و تدریس کے لیے کھول دیا گیا۔ یہاں فقہ شافعی کی تعلیم

کی غرض سے ۶۶۵ھ/ ۱۲۶۶ء میں امیر بل بک خازندار نے سرمائے کا انتظام کیا اور ساتھ ہی ساتھ حدیث و قرآن کے اساتذہ بھی مقرر کیے۔ سلطان ناصر کے عہد (۷۶۱ھ/ ۱۳۶۰ء) میں ازہر میں فقہ حنفی کا حلقۂ درس قائم کیا گیا۔ بعد ازاں اہلِ سنت کے چاروں مسلکوں (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کی فقہی تدریس کے انتظامات کیے گئے اور مذاہب اربعہ کے الگ الگ شیوخ مقرر کیے گئے۔ ان دنوں یتیم طلبہ کے لیے ایک الگ مدرسہ بھی قائم کیا گیا۔

اب سے ایک صدی پہلے تک الازہر بنیادی طور پر علوم قرآن، تجوید، تفسیر، علوم حدیث و اصول کے علاوہ فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی درس گاہ تھا۔ طلبہ کی تقسیم بھی ان ہی فقہی مسالک کے مطابق ہوتی تھی اور وہ اپنے اپنے مسلک کے شیوخ و اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے، ان کے رواق (ہاسٹل) بھی الگ الگ ہوتے تھے۔ یہاں صبح کو تفسیر، حدیث و فقہ کا درس ہوتا تھا۔ دوپہر کو عربی زبان پڑھائی جاتی تھی، اور ظہر کے بعد دیگر مضامین کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مگر امتحان کا کوئی طریقہ رائج نہ تھا۔ ۱۲۸۸ھ بمطابق ۱۸۷۳ء میں حکومت نے امتحان کا طریقہ رائج کیا اور اعلیٰ جماعت میں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو الشاذۃ العالمیۃ (عالم کی سند) دینے کا حکم نافذ کیا۔ اسی سال اعلیٰ تعلیم کا ایک اور دار العلوم بھی قائم کیا گیا۔ شیخ محمد عبدہٗ کی تحریک پر ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں خدیو عباسی حلمی نے الازہر کے نظم و نسق کی نگرانی کی غرض سے ایک مجلس "ادارۃ الازہر" کے نام سے قائم کی۔ اسی سال قاہرہ کے باہر طنطا، دمیاط اور دسوق کی دینی درس گاہوں کو ازہر سے ملحق کر دیا گیا۔ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں ازہر میں ایک قانون کے ذریعہ نئی اصلاحات کا نفاذ ہوا اور "ادارۃ الازہر" میں جامعہ ازہر کے تین علما اور دو سرکاری افسروں کو شامل کیا گیا۔ طلبہ کے داخلے کے لیے کم از کم عمر کا تعین کیا گیا جو ابتدا میں پندرہ سال تھی اور اب ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء کی اصلاحات کی رو سے مصری طلبہ کے لیے سولہ اور غیر مصری طلبہ کے لیے اٹھارہ سال ہے۔ ان طلبہ کے لیے لکھنے پڑھنے سے واقفیت اور نصف قرآن کے حافظ ہونے کی شرط عائد کی گئی۔ البتہ غیر مصری طلبہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۶ء کی اصلاحات کا ایک اہم نقطہ یہ تھا کہ ازہر میں مدتِ تعلیم کا تعین کیا گیا۔ بارہ سال کی اس مدت میں پہلا امتحان آٹھ سال کی تدریس کے بعد لیا جانے لگا اور کامیاب طلبہ کو "الشہادۃ الاہلیۃ" (اہلیت کی سند) دی جانے لگی۔ بارہ سال کی مدت مکمل کرنے والے طلبہ کو "الشہادۃ العالمیۃ" (عالمیت کی سند) کا مستحق قرار دیا گیا۔ اسی طرح نصابِ تعلیم میں عصرِ جدید کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا اور تعطیلات کی مدت مقرر کی گئی۔ ریاضی،

جغرافیہ، تاریخ اور قانون بین الممالک کو نصاب کا جزو قرار دیا گیا۔ عربی کے علاوہ جدید مغربی زبانوں میں سے فرانسیسی اور انگریزی کی تعلیم بھی ضروری قرار پائی۔

۱۹۰۳ء میں اسکندریہ میں بھی ازہر کے طرز پر ایک درس گاہ قائم کی گئی اور اس کا الحاق ازہر سے کیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۰۷ء میں شرعی عدالتوں کے لیے قاضیوں کی تربیت کی غرض سے ازہر میں ایک مدرسہ قانون کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۰۸ء میں نصابِ تعلیم میں ازسرِنو اصلاح کی گئی۔ پورے نصاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر حصے کی مدتِ تدریس چار سال قرار پائی اور اس مدت کے اختتام پر امتحان کا طریقہ رائج کیا گیا، جس کے بعد بالترتیب ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں کی تکمیل کی سند دی جانے لگی۔ اس طرح ۱۹۱۱ء میں یہ قانون نافذ کیا گیا کہ شیخ الازہر کا تقرر خدیو مصر کرے گا۔ ادارۃ الازہر کی بھی توسیع کی گئی۔ اس کے ارکان میں شیخ الازہر کے علاوہ چاروں مذاہب کے شیوخ، اوقاف کا ناظمِ اعلیٰ اور کابینۂ وزرا کے نامزد تین ارکان، کُل نو افراد شامل کیے گئے۔ اسی طرح تیس[۳۰] صدور شعبہ (شیوخ) کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جن میں سے شیخ الازہر کا انتخاب ہوتا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں ادارۃ الازہر میں اور توسیع کی گئی۔ ۱۹۳۶ء میں نصابِ تعلیم میں مزید ترمیم کی گئی اور جدید زبانوں میں فرانسیسی اور انگریزی کے علاوہ فارسی و ترکی کو شامل کیا گیا۔ اسی طرح سائنسی مضامین کا بھی اضافہ کیا گیا۔

اس وقت الازہر کی ہیئت ترکیبی یوں ہے۔ پوری جامعہ تین کلیات، کلیۂ شریعت، کلیۂ اصولِ دین اور کلیۂ عربی پر مشتمل ہے۔ جن میں مدتِ تعلیم پندرہ سال ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں ابتدائی جماعتوں کا نصاب چار سال، ثانوی جماعتوں کا پانچ سال اور اعلیٰ جماعتوں کا چھ سال ہے۔ ان تینوں کلیات (فیکلٹیز) میں عہدِ جدید کی اعلیٰ ترین تعلیم دی جاتی ہے۔ جس میں ایم اے اور پی ایچ۔ ڈی بھی شامل ہے۔ ازہر کا "قسم البعوث" غیر ملکی طلبہ کے لیے مختص ہے اور اس میں چار چار سال کے تین درجے ہیں۔

جامعہ ازہر میں عصرِ جدید کے تقاضوں کے مطابق برابر اصلاحات کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء میں طالبات کے لیے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا گیا۔ ۱۹۵۵ء میں ازہر کی مرکزی درس گاہ کے ساتھ ساتھ قاہرہ، منصورہ، طنطا، سیوط کی درس گاہوں کا الحاق کیا گیا۔ غرض اصلاح و ترقی کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔

جامعہ ازہر کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ اس میں طلبہ سے ملکی ہوں یا غیر ملکی، کوئی فیس نہیں لی جاتی، ان کے قیام و طعام کے سارے انتظامات حکومت کی جانب سے کیے جاتے ہیں اور انھیں وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ الازہر کے یہ تمام اخراجات محکمۂ اوقاف اور مصری حکومت پورے کرتی ہے۔